ننلاؤنگمی یاسر کی گفتگو ۔ گلزان میں آیاب کا تقطلو

پندرہ روزہ

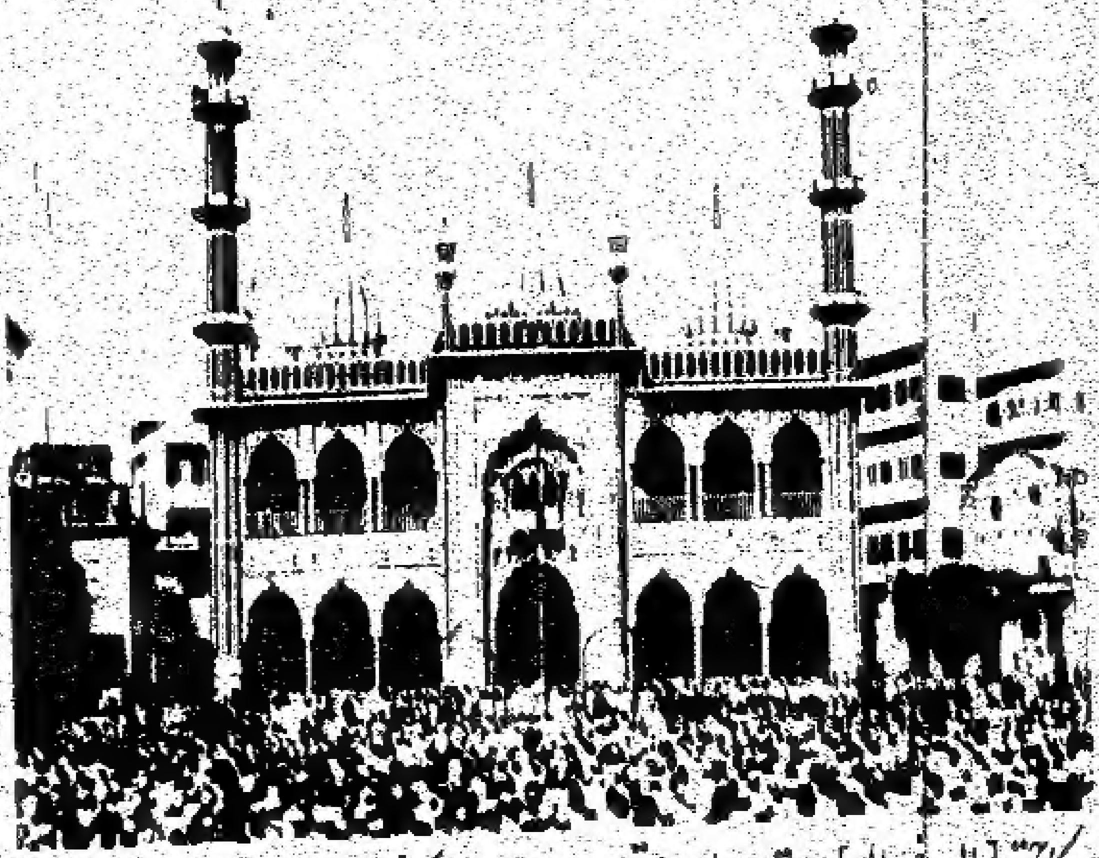
THE MESSENGER

پیغامبر

اسکاربرو کینیڈا

مدیر سہیل اختر

۱۷ جنوری ۱۹۸۴ء



"اور قرابت دار کو اس کا حق [مالی وغیر مالی] دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور [مال کو] بے موقع مت اڑانا"

بنی اسرائیل ۲۶

بھارت نے پاکستان کی سرحدوں پر فوج جمع کردی

۲۹ ڈویژن فوج پاکستان کیخلاف تعینات ہے

بحریہ کے تباہ کن جہاز مغربی ساحل پر پہنچا دیئے گئے

لندن ـــــ پاکستان کی سرحدوں پر بھارتی فوجوں کے زبردست اجتماع کی اطلاعات ملی ہیں لندن میں پاکستانی سفارت خانہ نے ایک پریس ریلیز جاری کی ہے جس میں امریکی دفاعی ماہرین کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ بھارت نے اپنی فوج کے ۲۹ ڈویژن اور فضائیہ کی دو تہائی قوت پاکستان کی سرحدوں پر جمع کر رکھی ہے۔ ان ماہرین کا کہنا ہے کہ بھارت پاکستان کو امریکی ہتھیاروں کی فراہمی کی جو مخالفت کررہا ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ آزاد اور خود مختار ملک کو اپنے دفاع کے لئے اسلحہ حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ پاکستان اپنے دفاع کے لئے ہتھیار حاصل کررہا ہے۔ امریکی ماہرین نے انکشاف کیا ہے کہ بھارتی بحریہ کے تباہ کن جہاز کراچی سے پانچ سو میل دور مغربی ساحل پر تعینات ہیں۔

پُراسرار بیماری سے 100 بچے ہلاک

پشاور (نمائندہ خصوصی) چترال کے قصبہ اوہیر میں ایک ماہ کے دوران پُراسرار بیماری کے باعث ایک سو سے زائد بچے ہلاک ہو گئے اس بیماری میں کھانسی اور خسرہ لاحق ہوتا ہے۔ یہ بیماری صرف اوہیر میں ہی ہے۔ عوام نے محکمہ صحت سے فوری امداد کا مطالبہ کیا ہے۔

سرجیت سنگھ کار کے حادثے میں ہلاک

نئی دہلی ـــــ بھارت کی ہاکی ٹیم کے سابق کپتان سرجیت سنگھ جالندھر کے قریب کار کے ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے اس حادثہ میں سرجیت کے ساتھ سفر کرنے والا ایک اور شخص بھی ہلاک ہو گیا جبکہ تیسرا شدید زخمی ہوا ہے۔ پولیس کے مطابق سرجیت اپنے ساتھیوں کے ساتھ امرتسر سے جالندھر جارہا تھا کہ ان کی کار سڑک کے کنارے ایک درخت سے ٹکرا گئی۔

دس دن کے لئے حکومت سنبھال لیں

جسٹس تنزیل الرحمٰن کو صدر ضیاء الحق کی پیشکش

لاہور (نمائندہ خصوصی) صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کو پیشکش کی ہے کہ وہ دس دن کے لئے صدر پاکستان کے اختیارات سنبھال لیں اور نفاذ اسلام کا کام مکمل کردیں انہوں نے بتایا کہ اس سے پہلے انہوں نے تین دن کیلئے انتقال اقتدار کی یہ تجویز ڈاکٹر صاحب کے سامنے رکھی تھی اب اسے بڑھا کر دس دن کردیا ہے۔

صدر نے یہ پیشکش حکومت پر اس نکتہ چینی کے جواب میں کی ہے کہ نفاذ اسلام کا عمل انتہائی سست ہے اور اس میں گذشتہ ۶ سالوں میں کوئی اہم پیش رفت نہیں ہو سکی۔ صدر ضیاء کو توقع ہے کہ اس دوران ڈاکٹر صاحب کو اس راہ کی مشکلات کا اندازہ ہو جائے گا اور وہ جھٹ پٹ سارا کام کر ڈالنے کے مطالبے نہیں کریں گے۔

واضح رہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل ملک میں اسلامی نظام کے ضمن میں حکومت کو متعدد سفارشات پیش کر چکی ہے جنہیں ابھی تک عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔

اندرا کانگرس کے دفتر کو آگ لگا دی گئی

سیالکوٹ ـــــ مقبوضہ کشمیر میں برسر اقتدار نیشنل کانفرنس کے کارکنوں نے جموں اور شہر میں کانگرس پارٹی کے دفتر کو نذر آتش کردیا جس سے پارٹی کی کم از کم چار گاڑیاں جل کر راکھ ہو گئیں۔ اطلاعات کے مطابق نیشنل کانفرنس کے کارکنوں نے دفتر اور وہاں کھڑی گاڑیوں پر جلتی لکڑیاں پھینکیں جس سے دفتر کی عمارت کو شدید نقصان پہنچا اور تمام ریکارڈ اور فرنیچر جل کر راکھ ہو گیا۔ جماعت کے عہدیداران فرار ہو گئے۔ ایک اور اطلاع کے مطابق نیشنل کانفرنس کے کارکنوں نے ایک گدینے اندرا کانگرس کے ایک کارکن کی ملکیت ایک ہوٹل کو نذر آتش کردیا جس سے فرنیچر نصف درجن گاڑیاں جل کر راکھ ہو گئیں۔

پاکستانی طیارے بھارت کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کر رہے ہیں وینکٹ رامن

نئی دہلی :۔ بھارت کے وزیر دفاع نے الزام لگایا ہے کہ گذشتہ جون سے پاکستانی فضائیہ کے طیاروں نے کئی بار بھارت کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی ہے۔ وہ بھارتی پارلیمنٹ میں ایک سوال کا جواب دے رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لئے وقتاً فوقتاً حکومت پاکستان کے ساتھ اس معاملہ پر بات چیت کی ہے۔

تحریک استقلال کے دفاتر واپس نہیں کئے گئے

لاہور ـــــ کالعدم تحریک استقلال کے مرکزی اطلاعات میاں خورشید محمود قصوری نے ان اطلاعات کو بے بنیاد قرار دیا ہے کہ تحریک استقلال کے سیل شدہ دفاتر واپس کر دیئے گئے ہیں۔ ایک بیان میں انہوں نے بتایا کہ ابھی تک تحریک استقلال کا کوئی دفتر واپس نہیں کیا گیا بلکہ اس جماعت کے تمام دفاتر بدستور سربمہر ہیں جہاں موجود فرنیچر خراب ہو رہا ہے اور فائلیں تباہ ہو رہی ہیں انہوں نے کہا کہ تحریک استقلال کو حق ہی قانونی چارہ جوئی کا حق ہے کہ دفاتر کی سربمہری کے باعث دفاتر کو پہنچنے والے نقصانات کا ہرجانہ وصول کیا جائے گا۔

پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کی نظربندی میں توسیع

اٹک :۔ راولپنڈی ڈویژن کے ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سکیٹر ۵ نے کالعدم پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کی نظربندی میں مزید تین ماہ کی توسیع کردی ہے۔ ان راہنماؤں میں پنجاب کے سابق وزیر چوہدری محمد ارشاد اور سابق ممبران قومی اسمبلی میاں حاجی بہادر، محمد حنیف اور دیگر چھ کارکن شامل ہیں۔ واضح رہے کہ تین ماہ قبل سابق پنجاب غلام مصطفیٰ کھر کی ہدایات پر ایم آر ڈی کی تحریک میں شرکت کی غرض سے یہ راہنما لندن سے اسلام آباد پہنچے تھے اور یہاں پہنچتے ہی انہیں گرفتار کر لیا گیا اور انہیں کالعدم پیپلز پارٹی فتح جنگ کے صدر شیخ اختر حسین بٹ اور مقامی وکیل نذر محمد جابر کو ۱۴ روزہ جسمانی ریمانڈ ختم ہونے پر جیل بھیج دیا گیا ہے۔

سکھوں کو میانوالی میں جنرل نیازی تربیت دے رہے ہیں

نئی دہلی :۔ بھارتی وزیر خارجہ مسٹر نرسمہا راؤ نے الزام لگایا ہے کہ پاکستان بھارتی پنجاب کے انتہاپسند سکھوں کو تربیت دے رہا ہے۔ یو این آئی نے مسٹر راؤ کے حوالے سے کہا ہے کہ بھارت اس امر سے آگاہ ہے کہ پاکستان امریکی سی آئی اے کے تعاون سے انتہاپسند سکھوں کو تربیت دے رہا ہے تاکہ بھارتی صوبہ پنجاب میں گڑبڑ پیدا کی جاسکے انہوں نے کہا سکھ انتہاپسندوں کو پاکستان کے جنرل نیازی تربیت دے رہے ہیں۔ مسٹر راؤ نے بھارتی پارلیمنٹ کو بتایا ہے کہ انتہاپسند سکھوں کو پاکستان کے شہر میانوالی میں تربیت دی جارہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت پاکستان اور امریکہ کے درمیان فوجی رابطوں سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔

بھارت اکتوبر 85ء میں پاکستان پر حملہ کردیگا

پاکستان کی مدد کو کود پڑیگا، تیسری عالمی جنگ چھڑ جائیگی

نئی دہلی ـــــ بھارتی نجومی سوامی ... نے اپنی تازہ ترین پیشگوئیوں میں بتایا ہے کہ اکتوبر ۸۵ء جنگ کا مہینہ ہوگا۔ ابتدا میں یہ جنگ بھارت اور اس کے ہمسایہ ملکوں پاکستان اور چین کے ساتھ ہوگی۔ چین پاکستان کی حمایت میں جنگ میں کود پڑے گا۔ جلد یہ علاقائی جنگ پھیل کر عالمی جنگ بن جائے گی۔ یہ تیسری عالمگیر جنگ بھی ۱۹۸۵ء میں ہوگی جو ۱۲ دن چلے گی۔ اس کے نتیجے میں دنیا کی آبادی نصف رہ جائے گی۔ اس کے بعد ۸۰ سال تک کوئی بڑی جنگ نہیں ہوگی۔ اندرا گاندھی وزارت عظمیٰ چھوڑ کر صدر بن جائیں گی اور ۱۹۸۶ء میں اپنے عہدے سے دستبردار ہو جائیں گی۔ کرکٹ کا کھلاڑی کپل دیو ایک حادثے میں اپنا کیریئر ختم کر دے گا۔ صدر ریگن پر قاتلانہ حملہ ہوگا تاہم وہ بچ جائیں گے۔

سٹیٹ بنک

نے بیرون ملک سفر کے لئے

نئے قواعد کا اعلان کردیا

کراچی (نمائندہ خصوصی) سٹیٹ بنک آف پاکستان نے بیرون ملک سفر کے لئے قواعد و تفصیلات کا اعلان کردیا ہے جس کے مطابق ایئر لائنز، بحری کمپنیاں اور ٹریول ایجنٹ کسی پیشگی شرط کے بغیر پاکستانیوں کے پاسپورٹ اور شناختی کارڈ دیکھ کر پاکستانی روپے میں ٹکٹ فروخت کرسکیں گے تاہم پاکستانیوں پر پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ دو سال میں صرف ایک بار غیر ملکی فضائی یا بحری کمپنی کا ٹکٹ خرید کر باہر جاسکتے ہیں ایرلائنز اور شپنگ کمپنی کے ملازمین اور ان کے زیر کفالت افراد صوابدیدی رعایت یعنی مفت ٹکٹ پر متعلقہ جہازراں کمپنیوں کی مرضی سے سفر کرسکیں گے۔ وہ صحافی جو بین الاقوامی کانفرنسوں، سیمیناروں یا سمپوزیم میں شرکت کے لئے یا اخبار نویس اور نامہ نگار کی حیثیت سے یا اخبار کے ذریعے بیرون ملک جانا چاہیں انہیں سٹیٹ بنک نے ۹۰ ڈالر یومیہ کی شرح سے زرمبادلہ دینے کی منظوری دی ہے جو زیادہ سے زیادہ ایک ہزار ڈالر ہوا کرے گا۔

وفاقی وزارت مذہبی امور بھارت میں مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے جن زائرین کو نامزد کرے گی انہیں مندرجہ بالا زرمبادلہ کے علاوہ مزید ۳۵ ڈالر فی کس دیا جائے گا۔

بیرونی ممالک میں طلباء کے لئے زرمبادلہ کے کوٹہ پر نظرثانی

خبر ہے کہ بیرون ملک زیر تعلیم طلبہ کے لئے زرمبادلہ کے کوٹے پر نظرثانی کردی گئی ہے۔ اسٹیٹ بنک کے مطابق نظرثانی شدہ کوٹے پر یکم جنوری ۱۹۸۴ء سے عمل درآمد ہوگا۔ نئے کوٹے کے مطابق امریکہ اور کینیڈا میں زیر تعلیم طلبہ کو ٹیوشن فیس کے مساوی زرمبادلہ کے علاوہ رہائشی اخراجات کے لئے ۵ ہزار ۸۰۰ ڈالر سالانہ، فیس کے اخراجات کے لئے ۲۹۱ ڈالر (ایک مرتبہ) کتابوں کے لئے الاؤنس ۲۴۰ ڈالر سالانہ، اسٹڈی ٹور الاؤنس ۲۹۹ ڈالر (ایک مرتبہ) سفری الاؤنس ۱۲ ڈالر (ایک مرتبہ) زرمبادلہ فراہم کیا جائے گا۔ جبکہ برطانیہ، دیگر یورپی ممالک اور آسٹریلیا میں زیر تعلیم طلباء کے لئے ٹیوشن فیس کے علاوہ رہائشی اخراجات کے لئے ۵ ہزار ۳۰۰ ڈالر سالانہ، فیس کے اخراجات ۳۲۳ ڈالر (ایک مرتبہ) کتابوں کے لئے ۲۱۱ ڈالر، اسٹڈی ٹور الاؤنس ۳۶۲ ڈالر (ایک مرتبہ) سفری الاؤنس ۱۲ ڈالر (ایک مرتبہ) کے حساب سے زرمبادلہ مہیا کیا جائے گا۔ مذکورہ ممالک کے علاوہ جن ممالک میں پاکستانی طلبہ زیر تعلیم ہیں انہیں ٹیوشن فیس کے علاوہ رہائشی اخراجات کے لئے ۴ ہزار ۲۰۰ ڈالر سالانہ، فیس چارجز ۳۲۳ ڈالر (ایک مرتبہ) بک الاؤنس ۱۹۴ ڈالر سالانہ اور سفری اخراجات ۱۲ ڈالر (ایک مرتبہ) زرمبادلہ فراہم کیا جائے گا۔

ایک ہزار افراد برفباری میں پھنس گئے

نئی دہلی ـــــ بھارت کے پہاڑی علاقوں میں شدید برفباری جاری ہے۔ جموں کشمیر کے علاقہ ... میں ایک ہزار سے زائد افراد برفباری میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔

ولی خان کا بلڈ پریشر بڑھ گیا

پشاور :۔ کالعدم نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے رہنما خان عبدالولی خان جنہیں تانہ ریسٹ ہاؤس کرم سے لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور منتقل کیا گیا تھا۔ ہسپتال کے ڈاکٹر الف خان نے ان کا طبی معائنہ کیا۔ ولی خان کا بلڈ پریشر بڑھ گیا ہے۔ اور انہیں پیٹ میں درد کی شکایت ہے۔ ڈاکٹروں نے انہیں ہسپتال میں مکمل آرام کی ہدایت کی ہے۔ ولی خان کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے پرائیویٹ بلاک کے کمرہ نمبر ۲۱ میں داخل کیا گیا ہے جبکہ ان کی بیگم نسیم ولی خان اسی بلاک کے کمرہ نمبر ۴ میں زیر علاج ہیں۔ ادھر معلوم ہوا ہے کہ خان عبدالولی خان کے ہمراہ تانہ ریسٹ ہاؤس میں نظربند کالعدم این ڈی پی کے ایک اور لیڈر اور سابق صوبائی وزیر اطلاعات افضل خان کو بھی ایک دو روز تک لیڈی ریڈنگ ہسپتال منتقل کردیا جائے گا۔ انہیں پیشاب میں تکلیف کی شکایت ہے۔

نگار ایوارڈز میں برہنہ عورتوں کے مجسمے دینے پر ہفت روزہ کے ایڈیٹر کو قانونی نوٹس

نگار ایوارڈ حاصل کرنے والوں کو برہنہ عورتوں کے مجسمے دینے پر مقامی وکیل انصار برنی نے ایک ہفت روزہ کے ایڈیٹر کو قانونی نوٹس دیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عورتوں کے برہنہ مجسموں کی تقسیم اسلام کے خلاف ہے۔ اگر یہ ایوارڈز تقسیم کرنے کا سلسلہ ترک نہ کیا گیا تو پھر آپ کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔

بچوں کی پرورش سب سے مہنگی ذمہ داری ہے

حال ہی کے ایک معتبر سروے سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ پہلے بچے کے ۱۶ سال کی عمر تک پرورش کرنے کا مجموعی خرچ ستر ہزار پونڈ آتا ہے جبکہ متوسط قسم کے تین گھروں کی قیمت خرید کی رقم کے برابر ہے۔ ۳۰ ، ۳۴ والدین کی رائے شماری سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بیوی کی کمائی یکسر ختم ہو جانے سے بچے کی پرورش میں کم از کم سینتالیس ہزار پانچ سو (۴۷,۵۰۰) پونڈ کا خسارہ ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا رقم میں اگر ۱۶ سال کی عمر تک کے لئے تعلیمات دینے تحفے تحائف کے اخراجات اور جیب خرچ کا مجموعی میزان لگایا جائے تو ۷۰ ہزار پونڈ کی رقم بنتی ہے۔ بہر حال گیلپ نامی کمپنی نے جو سروے کیا اس سے یہ پتہ چلا کہ سات جوڑوں میں صرف ایک ایسا ہوتا ہے جو اولاد پیدا کرنے سے پہلے بچے کی پرورش کے اخراجات کو زیر غور لاتا ہے۔

ان اخراجات کو پانچ منازل میں منقسم کیا گیا پہلی منزل قبل از پیدائش دوسری منزل بعد از پیدائش، اور تیسری منزل ڈھائی برس کا بچہ اور اسکول جانے کی عمر کے درمیان جو زندگی کا اہم حصہ ہے۔ چوتھی اور پانچویں منازل بالترتیب ۵ اور ۱۱ سال کے درمیان عمر کا حصہ اور پھر ۱۲ اور ۱۶ سال کے درمیان کا حصہ۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ قبل از پیدائش بچے کے لئے ۵۰۰ پونڈ کا خرچ والدین ان پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ ان اخراجات میں بچہ کے پالنے زچگی کے کپڑے وغیرہ کی خریداری شامل ہے۔ ۵ اور ۱۱ سال کے درمیان کی عمر میں بچے کی پرورش کرنا تخمینہ علاوہ اسکول کی فیس کے ۴۳۶۸ پونڈ ہے یہ وہ رقم ہے جو والدین اپنے بچے کے تحفہ تحائف اور ان کی دلچسپی کے ساز و سامان کی خریداری پر صرف کرتے ہیں۔ بچے پر پرورش کی آخری منزل میں یعنی ۱۲ اور ۱۶ سال کے درمیان کی عمر کے حصے میں تقریباً ۵۸۹ ، ۵ پونڈ خرچ آتا ہے۔ اس میں اسکے یونیفارم (UNIFORM) اور ہائی ڈے وغیرہ کے اخراجات شامل ہیں۔ پہلا بچہ جب کہ ۱۱ اور ۱۵ کا ہوتا ہے تو اس کے پرورش کرنے میں والدین کی کل آمدنی کا ۱۸ فیصد خرچ آتا ہے اور جب وہ ۱۶ سال کا ہو جاتا ہے تو اس کے والدین کی آمدنی کا ۲۶ فیصد خرچ آتا ہے۔ یہ اعداد و شمار لیگل اور جنرل نامی بیمہ کے گروپ نے حاصل کئے ہیں جس کے منیجر مسٹر اینڈی اسمال کا کہنا ہے کہ عموماً لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر کا خریدنا بہت مہنگا پڑتا ہے، مگر حقیقت میں بچوں کی پرورش سب سے مہنگی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس تحقیق سے والدین نے کے چند ایک اور عجیب سماجی اور اخلاقی نتائج ظہور میں آئے ہیں۔ ۴۸ فیصد والدین کا یہ خیال ہے کہ بچے ٹیلی ویژن بہت زیادہ دیکھتے ہیں مگر چھ میں والدین میں سے ایک اپنے بچوں کو اپنے کمرے میں ٹیلی ویژن سیٹ رکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اکثر والدین کا خیال ہے کہ جسم پر طمانچہ مارنا سزا دینے کا سب سے کامیاب طریقہ ہے اور ۵۳ فیصد تعلیم یافتہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے ۵ سال سے کم عمر کے بچے کو جسمانی سزا دی ہے صرف ۳ فیصد ایسے والدین ہیں جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے کبھی اپنے بچوں کو بھولے کی چھڑی سے بھی نہیں چھوا دس میں سے ۹ کا یہ کہنا ہے کہ آج کل کے بچے خراب ہو گئے ہیں اور ۵ سے ۳ ، ۴ جوابات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بچوں کو بگاڑا۔ صرف ۱۰ فیصد والدین اہم مسائل میں اپنے بچوں سے مشورہ لیتے ہیں مثال کے طور پر کار خریدنا یا ہالی ڈے پر جانا وغیرہ، ۴۰ فیصد والدین کا خیال ہے کہ ان کے بچوں کا خود سے زیادہ بہتر مستقبل ہوگا اور ۳۸ فیصد کا یہ خیال ہے کہ ان کے بچوں کا مستقبل ان سے زیادہ بہتر نہیں ہوگا۔

فنِ تحریر کو مزید موثر کس طرح بنایا جا سکتا ہے

فن خطابت کی طرح فن تحریر ایک خداداد صلاحیت ہے تاہم اکتسابی طور پر بھی ان فنون پر مہارت حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہر علم ریاضت مانگتا ہے۔ بعض ادیبوں کا کہنا ہے کہ ہر شخص اپنے خیالات کے اظہار کی صلاحیت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ دور جدید میں بھی علوم کے خزانے دریافت ہو رہے ہیں۔

باصلاحیت شخص خواہ کسی قوم، طبقے، رنگ و نسل یا لسانی گروپ سے تعلق رکھتا ہو اس میں بعض فطری صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عام قارئین بھی ریاضت اور مشقت کے ذریعے تحریر و افکار میں ہر ایک روانی اور پختگی پیدا کر سکتے ہیں۔

ہر شخص کو خواہ وزیر اعظم ہو یا کوئی مزدور اسے شب و روز میں کام کرنے کے ۲۴ گھنٹے ملتے ہیں۔ دونوں کی زندگی میں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک کی زندگی میں بے پناہ تنظیم ہوتی ہے جبکہ دوسرے کی زندگی معاشی افکار و مصروفیات کا شکار ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہماری گفتار انتہائی محدود ہے اور تحریر میں اپنا مفہوم اس لئے ادا نہیں کر سکتے کہ ہمارے پاس الفاظ کا ذخیرہ محدود ہے تو اس صورت میں ایک ماہر نفسیات کا ذکر نہایت مناسب ہوگا جس کی تحقیق کچھ عرصہ عامی سطح پر موضوع بحث رہی۔ ان کے بقول عوام کے پاس دو اقسام کے الفاظ و خیالات ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس الفاظ و خیالات کا دائرہ محدود ہوتا ہے جبکہ دوسرے کے پاس وسیع خیالات ہوتے ہیں۔ محدود دائرے کو غیر تعلیم یافتہ لوگوں سے منسوب کیا جاتا ہے جبکہ وسیع دائرے کو تعلیم یافتہ لوگوں سے اور اس بات کا دعویٰ کیا گیا کہ بہت سے ایسے نظریات ہیں جو کہ محدود دائرے والے الفاظ میں نہیں ادا کئے جا سکتے۔

حقیقت یہ ہے کہ نہایت الجھے ہوئے مفہوم کو سادہ سے سادہ الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ دقیق الفاظ کے استعمال سے نہ صرف مفہوم معدوم ہو جاتا ہے بلکہ وہ عام فہم نہیں رہتا اس سے یہ موقف کہ آپ کے پاس علم نہیں آپ کے پاس ڈگریاں نہیں بے بنیاد ہے۔

ان دنوں "سنڈے ٹائمز" میں فن تحریر پر ایک تفصیلی مضمون کے کچھ اقساط شائع کی جا رہی ہیں اس کے خاص خاص نقاط پیش خدمت ہیں۔ اس مضمون کے مصنف کا نام جان ڈمبل ہے۔ ان کا فرمانا ہے کہ بعض اوقات یہ بہتر تصور کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے مضمون کے آغاز میں ہی جاری مفہوم ادا کر دیں اس طریقہ کا نام "الٹا مثلث" ہے

▽ (INVERTED TRIANGLE)

اور ان بنیادی مفہوم کے لئے جو مثلث کی بنیاد تصور کیا جا سکتا ہے بقیہ اہم نقاط باقی سطور میں قلم بند کئے جاتے ہیں۔ دراصل طریقہ اہم کہے جانے والی اسٹوری کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں اصلی مفہوم کو مضمون کے وسط میں پیش کیا جاتا ہے اور اس کے ارد گرد تمہیدی اور اختتامی نقاط پیش کئے جاتے ہیں۔

جان ڈمبل نے کچھ عملی تجاویز بھی پیش کی ہیں ان کا فرمانا ہے کہ آپ اٹھتے بیٹھتے وقتاً فوقتاً مختلف موضوعات پر مختلف ذرائع سے نقاط اکٹھے کرتے رہیے بعض اوقات آپ کے ذہن میں کچھ قیمتی نقاط گزرتے رہتے ہیں ان کو فوراً قلمبند کر لینا چاہیئے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی خاص ترتیب کے ساتھ۔ یہ خیالات آپ کے ذہن میں کسی وقت بھی آ سکتے ہیں خواہ آپ کھانا کھا رہے ہوں، سفر کر رہے ہوں یا باورچی خانے میں کھانا پکا رہے ہوں۔ ان خیالات کی آمد کا کوئی مخصوص وقت نہیں۔

پھر یہ دیکھئے کن سادہ جملوں میں پرو کر آپ ان مفہوم کو الفاظی جامہ پہنا سکتے ہیں اس کے بعد آپ کو ایک پلان مرتب کرنا چاہیئے۔ آپ کی تحریر میں یہ پہلو زیادہ نمایاں ہونا چاہیئے کہ آپ قارئین سے مخاطب ہیں اور ان کی دلچسپی اور ذوق کو ملحوظ رکھنا آپ کا فرض اولین ہے۔ اختصار نویسی ایک ہنر ہے شیکسپیئر نے یہ کہا اختصار نویسی ذہانت کی روح ہے لہذا کوشش کریں کہ تحریر مختصر ہو مگر اتنا بھی مختصر نہیں کہ مفہوم اختصار میں دب جائے۔

"سنڈے ٹائمز" کے ان مضامین میں تحریر کی جو اہم خصوصیت بتائی گئی وہ ہے عبارت کا اتنا سلیس ہونا کہ اگر آپ اس کو با آواز بلند پڑھیں تو ایسا معلوم ہو کہ کوئی آپ سے سادہ الفاظ میں باتیں کر رہا ہے جیسے کہ دو دوست آپس میں بیٹھے ہوئے بغیر کسی جھجک کے تبادلہ خیالات کر رہے ہیں۔

دوسری چیز جس کو امریکن "PUNCH" کہتے ہیں۔ آپ کی تحریر کی ایک خصوصیت ہونا چاہیئے۔ یعنی آپ کی تحریر جامع ہو یعنی سونار کی ایک ٹھک ہی کے مترادف کہ بات میں وزن ہو۔

ان اصولوں کو اگر آپ ذہن نشین کر لیں تو کوئی سبب نہیں کہ آپ مناسب دلچسپ قابل اشاعت مضامین نہ لکھ سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے آپ کو اپنی معلومات عامہ میں اضافہ کرنا ہوگا۔

پیغامبر

The Messenger

FORTNIGHTLY INDO-PAK NEWSPAPER

جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن ؛ کسی جمشید کا ساغر نہیں ہوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتماد اور پیش رفت کی ضرورت

پاکستان کے وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان نے کہا ہے کہ پاکستان نے بھارت کو عدم جارحیت کا جو معاہدہ کرنے کی پیش کش کی ہوئی ہے اس میں تنازعہ کشمیر کا پُر امن تصفیہ بھی شامل ہے۔ ان دنوں بھارتی حکمرانوں نے اس بے بنیاد پروپیگنڈہ پر اپنی توجہ مبذول کر رکھی ہے کہ بھارت کو پاکستان کی طرف سے حملے کا خدشہ ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ بھارتی حکمران اپنے انتخابی سال میں ایسی کوئی مہم جوئی کر سکتے ہیں۔ جنگ سے دونوں ملک تباہ ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے تنازعات حل نہ کیے، دوستی، تعاون اور عدم جارحیت کا معاہدہ نہ کیا تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔

وزیر خارجہ نے واضح الفاظ میں بھارت کو یقین دلایا ہے کہ پاکستان کسی ملک کے خلاف بھی جنگجویانہ عزائم نہیں رکھتا۔ ماضی میں بھی پاکستان نے کبھی جنگ کا آغاز کرنے کی حماقت نہیں کی اور مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لیے بھی پاکستان جنگ کی راہ اختیار نہیں کرے گا لیکن بھارتی حکمرانوں کے ذہنوں میں ہمیشہ پاکستان کے بارے میں شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ اس بے اعتمادی اور بے یقینی کی فضا کو ختم کرنے کے لئے عدم جارحیت کا معاہدہ انتہائی ضروری ہے تاکہ عملی طور پر ثابت ہو سکے کہ دونوں ممالک کے حکمران دوستی، امن، تعاون اور عدم جارحیت جیسے معاملات میں کتنے مخلص ہیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی بقائے باہمی پر مبنی ہے جب کہ حقیقت بھی یہی ہے کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان دوستی کی فضا پورے علاقہ کے سیاسی جغرافیائی اور اقتصادی استحکام کے لئے بہت ضروری ہے۔ ماضی کی تلخیوں اور بداعتمادیوں کو ختم کر کے دونوں ملکوں کے درمیان نقل و حمل، تجارت اور ویزا کی مزید سہولتوں سے بڑے خوش گوار اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ وزیر خارجہ نے اس امر کی صراحت بھی کر دی ہے کہ عدم جارحیت کے معاہدے کے سلسلے میں دونوں ملکوں کے خارجہ سیکرٹریوں کی رسمی طور پر جو ملاقاتیں نیویارک اور اسلام آباد میں ہوئی تھیں اس کی جانب بھارت کی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی جب کہ پاکستان ان مذاکرات کا انتظار کرتا رہا۔ ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ بھارتی حکمران دانستہ طور پر سرد مہری سے کام لے رہے ہیں اور کشیدہ صورت حال کی ذمہ داری پاکستان پر ڈال رہے ہیں۔ اس سرد مہری کے باوجود بھارت پاکستان کے ساتھ باہمی اعتماد، دوستی اور امن کے پلوں کی تعمیر کا خواہاں ہے کیونکہ بھارتی حکمرانوں کو احساس ہے کہ دونوں ملکوں کے مفادات اسی میں مضمر ہیں کہ دوستی اور تعاون کی فضا میں تنازعات ختم کیے جائیں ہمیں یقین ہے کہ بھارتی حکمران دوستی اور تعاون کے لیے عملی طور پر بھی مثبت اور فوری پیش رفت کریں گے۔

سچی باتیں

(از مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم)

سی۔ای۔جوڈ ۱۹۵۵ء اس وقت برطانیہ کے ممتاز مفکروں اور اہل قلم میں ہیں برنرڈ شا اور ایچ۔جی۔ ویلز کے بعد ہی کی صف میں ۔۔۔ حال میں ان کی کتاب نظر سے گزری نام ہے Counter Attack From the East "مشرق کا جوابی حملہ" برطانیہ میں انکی تحریر وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے، اور برطانیہ کی سنجیدہ رائے عامہ کے بڑے رہنماؤں میں سے ایک ہیں "مشرق" سے مراد ان کی کتاب کے مطالعہ سے یہ پتہ چلا، صرف ہندوستان ہے اور ہندوستان کی نمائندگی بھی انھوں نے ایک ذات واحد میں محدود کر دی ہے وہ سر رادھا کرشنن ہیں بنارس ہندو یونیورسٹی کے چانسلر، ہندوستان کے مشہور فلسفی، لندن، آکسفورڈ وغیرہ میں لکچر دیتے ہوئے یورپ کا دورہ کئے ہوئے ۔۔۔ موصوف کی عظمت و شہرت سے کس کو انکار ہے۔ بڑے بڑے دانایان فرنگ ان کا لوہا مانے ہوئے ہیں، اور اب جوڈ جیسے نامور و ممتاز اہل قلم نے انکے فلسفے پر نقد کر کے ان کی عظمت کو اور کئی گنا بڑھا دیا ہے ۔۔۔ کوئی مسلمان اتنا خوش نصیب کہاں سے ہو سکتا تھا۔

کتاب فلسفہ کے ساتھ فلسفی کا بھی تعارف کرانے کی یہی ایک کام کی چیز صادق برادری کے لیے مل گئی۔ سر رادھا کرشنن کی دعوت ویلز کے ہاں تھی کھانے کی میز پر میزبان اور مہمان کے علاوہ دو شخص اور تھے جوڈ اور ایک اہل سائنس۔ جوڈ کہتے ہیں کہ کھانا دیر تک رہا اور سائنس، فلسفہ، سیاسیات عالم، تہذیب مغربی کے مختلف مسائل پر زور شور سے گفتگو جاری رہی اور سب سے بڑا مہمان سب سے کم بولا۔ اس نے لذیذ و نفیس کھانے کو ہاتھ تک نہیں صرف پانی پیا وہ بہترین بولنے والا ہے، باوجود اس کے بہت کم بولا۔ زیادہ تر سنتا رہا جب کبھی کچھ کہا تو کام کی بات کہی حاضرین سب سے زیادہ اس کی کم گوئی سے متاثر ہوئے آگے روایت خود جوڈ ہی کو سنانے دیجئے:-

"... غرض یہ اثر پڑا رادھا کرشنن کا مغربی ذہنیت پر وہ اپنے اوپر حاکم ہے وہ یقین و اعتماد رکھتا ہے وہ پورے سکون قلب کے ساتھ خود بینی اور ذلت نفس کے درمیان راہ اعتدال پر قائم ہے اس سب کے باوجود ایک لمحہ کے لیے بھی کبھی اپنی ہندویت سے دست بردار نہیں ہوتا!"

اسی ایک خط کشیدہ فقرے کی خاطر یہ ساری قیل و قال گوارا کی گئی فرنگستان جس کی عظمت کر رہا ہے۔ اس کی عظمت کا راز بھی آپ نے فرنگیوں ہی کی زبان سے پالیا! یہ کہ ممدوح ہندو ہے چوبیسوں گھنٹے ہندو ہے زندگی کے ہر لمحہ ہندو ہے فرنگیوں کے مجمع میں بھی بے دھڑک اور بے جھجک ہندو ہے! (فرنگی دماغ میں "ہندو" اور "ہندی" کے درمیان فرق برائے نام ہی ہے)

کاش آپ بھی کسی بڑی اور ادبی شخصیت سے متعلق بھی یہی چوبیسوں گھنٹے مسلمان بنے رہنے کا تأثر اخبار سے لے کر اٹھتے!



شیطان نفس کا ایک دوسرا ایجنٹ زبان ہے۔ کتنے ہی فتنے ہیں جو زبان کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں۔ مرد اور عورت بات کرتے ہیں، کوئی برا جذبہ نمایاں نہیں ہے مگر دل کا چھپا چور آواز کی حلاوت، لہجے کی لگاوٹ، باتوں میں گھلاوٹ پیدا کیے جا رہا ہے، قرآن اس چور کو پکڑ لیتا ہے:

کرنیں

رحمت اللہ ۔۔۔

- دنیا کی ٹھاٹھ باٹھ سے اپنی نظر ہٹائے رکھو اور دنیا کی محبت دل میں نہ آنے دو۔

محمد مبارک ۔۔۔

- سب سے بڑا بے وقوف وہ ہے جو اپنا راز دوسروں کو بتا کر اس سے پوشیدہ رکھنے کو کہے۔
- سب سے زیادہ امیر کہلاتا ہے جو مطمئن ہے۔
- دو آدمیوں کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا ایک طالب علم اور دوسرا طالب مال۔
- اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھ لینا حماقت ہے۔

انجم ۔۔۔

- جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے، وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے
- قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کے کام کو کل پر نہ اٹھا رکھیں۔
- احمق کی عقل اس کی زبان کے پیچھے اور عقلمند کی زبان اس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے۔
- حق پر رہنے والے مقدار میں کم ہوتے ہیں مگر منزلت اور اقتدار میں زیادہ ہیں۔
- اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو کوئی ایسا مقام تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔
- بے وقوف کے کانوں میں باتیں مت مت ڈال کیونکہ بجائے عمل کے وہ تیرے دانش مندانہ کلام کی تحقیر کرے گا۔
- جو کسی بے وقوف کے ہاتھ پیغام بھیجتا ہے اپنے پاؤں کاٹتا ہے۔

مسرت جبیں ۔۔۔

- اگر کسی لذت کو حاصل کرنے کے لئے تمہیں کسی گناہ کا ارتکاب کرنا پڑے تو اس کو ترک کر دو۔ کیونکہ لذت ختم ہو جائے گی لیکن گناہ کا داغ ہمیشہ ہمیشہ تمہارے دامن پر موجود رہے گا۔ اگر تمہیں نیکی پھیلانے میں مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑے۔ تو بے تکلف ان مشکلات سے گزر جائے۔ کیونکہ تکالیف ختم ہو جائیں گی لیکن نیکی کا اجر کبھی ختم نہیں ہوگا بلکہ بڑھتا رہے گا

راشدہ پروین ۔۔۔

- ایک معلم نے کہا کہ ہمیں تدریس کے بارے میں بتاؤ۔ اس نے جواب دیا کوئی شخص تمہیں وہ علم نہیں دے سکتا جو تمہاری ذات کے اندر موجود نہ ہو۔ مدرس جو اپنے شاگردوں سے علم کی بات چیت کرتا ہے وہ صرف اپنی محبت ان کو عطا کرتا ہے اگر وہ دانا ہے تو کہتا ہے میرے عقل گھر میں آجاؤ۔ ایک موسیقار اپنا راگ تمہارے سامنے گا تو سکتا ہے لیکن تمہیں وہ کان نہیں دے سکتا جو اس راگ کو پہچانتے ہوں۔

جہاں آراء ۔۔۔

- اولاد آنکھیں بند کئے سب کچھ برداشت کرتی رہتی ہے اولاد تو گھر کے صحن کے بیچوں بیچ اُگا ہوا ایک ایسا درخت ہوتا ہے جس کو سیدھا رکھنے کے لئے چاروں طرف پیار کا مضبوط حصار باندھنا پڑتا ہے ذرا سی لاپرواہی سے یہ درخت کسی سمت بھی جھک کر گھر سے باہر والوں کے لئے سایہ کا سبب بن سکتا ہے اور گھر والے چلچلاتی دھوپ میں پھنکنے کے سوا کچھ نہیں کر پاتے۔



صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق قاسم باغ ملتان میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کر رہے ہیں۔

صدر ضیاء الحق کی انتخابی مہم

سیاستدانوں کو ناکام بنانے کے لئے صدر ضیاء نے بڑی محنت کی ہے

صدر صاحب کا ملتان کا جلسہ عام مروجہ مغربی طرز سیاست پر ایک ایسی کاری ضرب ہے جس کی چوٹ سے لگتا ہے سیاست دان اب پنپ نہ سکیں گے۔ صدر صاحب نے اس جلسے کے ذریعے اپنا اولین مقصد حاصل کر لیا ہے یعنی سیاست دانوں کو ایسی ناقابل فراموش شکست دینا جس کے بعد ان میں اٹھنے کی سکت نہ رہے۔ اسلامی نظام کا نفاذ ان کا ثانوی مقصد ہے کیونکہ سیاست دانوں سے جان چھڑائے بغیر اسلامی نظام کے نفاذ کا مقصد بھی کما حقہٗ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ سیاست دانوں کو یوں عضو معطل بنانے کے لئے صدر صاحب نے جہاں بڑی محنت کی ہے وہاں انتہائی صبر و استقلال اور ٹھنڈے دل سے بھی کام لیا ہے آج جس وجہ سے بے بس اور مجبور سیاست دان خود کو محسوس کر رہے ہیں وہ ناقابل بیان ہے۔ صدر صاحب نے آہستہ آہستہ سیاست دانوں کو پسپا کرنے کی طرف پیش قدمی کی ہے یہ کہنا غلط ہے۔ اتنا بڑا اجتماع محض اس وجہ سے جلسے میں شامل ہوا کہ لوگوں کو یکایک صدر صاحب سے محبت ہو گئی ہے یہ لوگ ان اداروں اور افراد کے لائے ہوئے ہیں جنہیں صدر صاحب نے مضبوط کیا ہے۔ بلدیاتی کونسلرز، ضلعی کونسلرز، صوبائی کونسل کے امیدوار، وزارتوں کے امیدوار، مجلس شوریٰ کے اراکین اور متوقع اراکین، مشیر صاحبان، زکوٰۃ اور عشر کمیٹیوں کے اراکین، سرکاری افسر، پولیس کے ترقی پانے والے افسر جن کی تعداد کا شمار ہی نہیں۔ حاضر فوجی جنہیں سول کپڑوں میں چھپایا نہیں جا سکتا اور ریٹائرڈ فوجی ملازم جن کے صدر صاحب نے محنت سے وار دیئے ہیں۔ ہم خیال علماء کے متعین اغراض کی ان تک تفصیل بیان کی جائے۔ ایک اطلاع کے مطابق وفاقی حکومت سے ہدایات دی گئی ہیں کہ کونسلرز صاحبان کو ہدایت کی جائے کہ وہ ایسے جلسوں میں حاضرین ہمراہ لائیں۔ اب اس بات کی وجہ بھی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ہوائی جہازوں میں کیوں ہوتے ہیں پہلے ایسا ہی ایک جلسہ گوجرانوالہ میں ہوا تھا۔ صدر صاحب آہستہ آہستہ خود کو اس مقام

پر لے آئے ہیں جہاں سیاست دانوں کے پاس ان کے لئے کوئی جواب نہیں۔ سیاست دان اب کیا کریں گے۔ ان کے پاس بس یہی کہ صدر صاحب نے غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرائے جانے کا اعلان کر کے ان کا پتہ ہی کاٹ دیا ہے اور وزن کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے ہر سیاسی جماعت میں سے ایک گروپ کو اپنا ہم نوا بنا لیا ہے۔ صدر صاحب نے ہر سیاسی پارٹی کو کئی حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور ان کا ایک حصہ دل و جان سے ان کی پالیسیوں کا حامی ہے۔ ان تمام انتظامات کے مقابلے میں ان سے اختلاف کرنے والے لیڈروں کے پاس کیا ہے وہ چھ سال سے سیاست سے کٹے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا وجود بھی ان کے بیانات کا مرہون منت ہو گیا ہے۔ کیا یہ صدر

سیاستدان اب کیا کریں گے۔؟

صاحب کی کم کامیابی ہے کہ جماعت اسلامی اور مسلم لیگ پگارا گروپ اب غیر جماعتی بنیادوں پر کرائے جانے والے انتخابات میں حصہ لینے پر آمادہ ہو گئے ہیں بلکہ پیر پگارا صاحب تو دوسری جماعتوں کو بھی تلقین کرنے لگے ہیں کہ وہ انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیں ورنہ وہ دوبارہ دوڑ میں پیچھے چلے جائیں گے۔ اب صدر صاحب اپنے اقتدار کے تسلسل کے بارے میں اتنے پر اعتماد ہو گئے ہیں کہ وہ عوام سے اعلانیہ کہتے ہیں کہ اگر میں تم سے ووٹ مانگوں تو مجھے ووٹ نہ دیں۔ کیونکہ انہیں یقین ہو گیا ہے کہ اب انہیں خود ووٹ مانگنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ان کے گماشتے اور خوشامدی ان کے لئے ووٹ خود مہیا کریں گے اور ملک کی صدارت طشتری میں رکھ کر انہیں پیش کریں گے۔ اس کا اندازہ اس سے کریں کہ جب ملتان کے میئر کا ان

پہلے نے صدر زندہ باد کا نعرہ لگایا تو جلسے ہی ایک شخص نے دھرمانا ان کا مقرر کردہ تھا اور شاید ہے کا منظر تھا چیخ چیخ کر کہا۔ آپ ہمارے ہر جگہ سلامت رہیں۔ آپ صدر رہیں۔ ہمیں کسی سیاسی پارٹی کی کوئی ضرورت نہیں نہ ہی ہمیں انتخابات کی ضرورت ہے۔ خود ملتان کے میئر صاحب کے الفاظ بھی قابل غور ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ آپ قوم کی قیادت کی ذمہ داری سے گریز نہ کریں عوام کو لاوارث نہ چھوڑیں۔ آپ کو اقتدار سے دلچسپی نہ ہی۔ لیکن قوم کو منجدھار میں کیوں چھوڑنا چاہتے ہیں۔ قوم کو مایوس نہ کیجئے۔ وہ آپ کی راہ دیکھ رہی ہے۔

صدر صاحب کی تقریر میں مکمل طور پر سیاسی نفی شان ان کا یہ کہنا۔ میں دیانت داری اور نیک نیتی سے قوم کی خدمت کر رہا ہوں۔ یا یہ الفاظ۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ایک خادم ہوں اور اس وقت تک خدمت کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا اور مجھے عوام کا اعتماد حاصل ہے گا۔ صدر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے سیاست جمہوریت منتخب حکومت اور پارلیمنٹ کی اہمیت سے کبھی انکار نہیں کیا۔

جہاں تک صدر صاحب کی تقریر کا تعلق ہے ان کا کہنا صحیح ہے لیکن عملاً جو کچھ سابقہ چھ سالوں میں ہوا ہے وہ ان کے الفاظ کے برعکس ہے۔ مغربی پارلیمانی جمہوریت کا تو ان ہی اڑا دیا گیا ہے۔ سیاست اکتوبر ۱۹۷۹ء سے بند ہے۔ منتخب حکومت اور پارلیمنٹ کا ابھی دور دور تک پتہ نہیں۔ یہ سب کچھ اس نظام کے تحت مارشل لاء کیا جا رہا ہے اور ملکی استحکام کے نام پر کیا ہے جو خود ملکی عدم استحکام کا باعث بنا ہے۔ چار قومیتوں کا جو مسئلہ جس قدر آج ابھر رہا ہے اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آئین معطل کر کے اور اس کی حقیقت کو مشتبہ بنا کر قومیت پرستوں کو شہ مل گئی ہے۔ صدر

صاحب اس آئین کو ۱۹۷۳ء کے آئین کو بحال نہیں کرنا چاہتے اور سیاست دان اس آئین کی بحالی پر بضد ہیں۔ ان کی اس ضد کا مداوا ایک نیا اسلامی آئین لا کر کیا گیا ہے۔ اسلام آباد میں ہونے والی حالیہ اسلامی کانفرنس میں اس آئین کا ڈھانچہ پیش کیا گیا اور جملہ اسلامی ممالک سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اس آئین کو اپنائیں۔ گویا اب ۱۹۷۳ء کے آئین کی پوزیشن کو اور بھی کمزور کر دیا گیا ہے۔ اب اگر کسی نئے آئین کی بنیاد ڈالی گئی تو ملک دشمن طاقتیں اس بے آئینی کی حالت سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گی اور ملک مزید عدم استحکام کا شکار ہو جائے گا۔ وطن عزیز کی جو آج کل حالت ہے وہ آئین کی معطلی، سرحدی اور سیاسی دانش وروں کے عدم تعاون اور نئے نئے تجربات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ملک کے دو دستوں وام پکے منتظر زار ٹنگ، اور دشمنوں روس کے پاکستانی سفیر کے حالیہ بیانات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ملک کو شدید بحران کا سامنا ہے۔ مغربی جمہوریت کو ترک کر کے اگر غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرائے گئے تو قومی اسمبلی بھان متی کا پٹارہ بن کر رہ جائے گی اور ایک ممبر کی شہر دوسرے سے نہیں ملے گی۔ ذاتی مفادات اور زیادہ ابھر آئیں گے۔ اگر غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرانے سے مطلب یہ ہے کہ پی پی کو اکھاڑے سے باہر رکھا جائے تو اس کا اور بھی کئی طریقے ہیں۔ محض پی پی کی خاطر دوسری پارٹیوں کو کیوں سزا دی جائے۔ اگر صدر صاحب ایم آر ڈی جیسی سیہ پُر تشدد تحریک پر عقل و فراست سے اس طرح قابو پا سکتے ہیں تو انہیں انتخابی مہم سے

کی خوراک مہیا کرنے کی ضرورت نہیں۔ صدر پی پی کے خلاف جتنے سخت اقدامات کریں گے اسے اتنی ہی زیادہ مقبولیت حاصل ہو گی۔ اگر صدر صاحب یہ ڈول محض اس وجہ سے ڈال رہے ہیں کہ ان کے مجلس شوریٰ کے ممبر پھر سے قومی اسمبلی میں آ جائیں تو یہ ہر لحاظ سے غلط اقدام ہو گا۔

صدر صاحب نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ مغربی طرز کی پارلیمانی جمہوریت کے واپس آنے کی اب کوئی امید نہیں۔ گویا نہ سیاسی پارٹیاں ہوں گی اور نہ انہیں دوبارہ منظم ہونے کی اجازت ملے گی۔ نہ کوئی ان کا [illegible] پروگرام ہو گا اور نہ منشور۔ بلدیاتی انتخابات میں کی گئی جوڑ توڑ ابھی ملک کے منظر عام پر آ رہی ہے۔ انتخابات کا انعقاد ایک بڑے پیمانے پر ہو گا [illegible] ایک گروہ بنتی رہے ان کے بس [illegible] رہ گئے ہیں یعنی یا تو اپنے سیاسی [illegible] جائیں یا اپنے اختلافات بھلا کر ایک ہو جائیں اور ملک کی سلامتی کے لئے ایک متفقہ پروگرام [illegible]

ایک دفعہ پھر ہمارا [illegible] کے سامنے بے نقاب ہو گیا ہے۔ ہم اگر بھارت سے پیاز درآمد کر کے خرید لیں تو یہ بھارت سے تجارت کی حد ہے۔ لیکن ہماری ضرورت ہمارا اس سے ہی پر جیتے گا۔ بھارت سے جن اشیاء کی فہرست میں درج شدہ اشیاء درآمد کی جا سکتی ہیں پاکستان کو پیاز اور ٹماٹر وغیرہ اس فہرست کر بار بھارت جس طرح پاکستان کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے بے قرار ہے اس سے تو ہماری غیرت کا تقاضا تھا کہ ہم اس فہرست میں اور کمی کرتے تاکہ ہمارا وقار بڑھتا۔ افسوس بیوروکریسی کی بے تدبیریاں ملک کو کہاں تک لے آئی ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں چینی کا بحران تھا ۱۹۸۲ء میں دال کا اور ۱۹۸۳ء میں پیاز اور ٹماٹر کا۔ اب کپاس کی فصل کی بربادی نے ملک کو کپاس درآمد کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب بنولے کی کمی کی وجہ سے کھانے کے تیل کے نرخوں پر بھی اثر پڑے گا۔ کھانے کے تیل کے نرخ سابقہ دو سالوں میں بہت ہی کم ہو گئے تھے لیکن اس وقت اس کا ذخیرہ نہ کیا گیا اور نہ درآمد کیا گیا۔ پیاز اگر بھارت سے ٹرک کے ذریعے درآمد کیا جاتا تو سستا پڑتا لیکن اس کی اجازت نہ دی گئی۔ اب تو راشا دالنٹ نیشنل لاجسٹک سیل بھی تجارتی حلقوں میں داخل ہو گئی ہے جس نے پیاز پر ۱۰ فیصدی کمیشن چارج کیا ہے۔ چینی، دال، گھی، کپاس، پیاز اور ٹماٹر، آٹا کی کمی اور حکومت کی طرف سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں اضافہ، ایک آدمی کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ کیا ماضی ہماری اقتصادیات میں بہتری آ گئی ہے۔ موجودہ معاملات کو دیکھ کر آخر کوئی تو بتائے کہ قحط کسے کہتے ہیں؟

ہمارے نبیؐ نے فرمایا

”شداد بن اوس سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کئے اور عاجز (بے ہمت) وہ ہے جس نے اپنے نفس کو خواہشات کا تابع کر دیا اور اللہ سے فضل و کرم کی امیدیں باندھ لیں۔“ (رواہ الترمذی ۔ مشکوٰۃ ۔ باب استحباب المال)

منجانب :-

نعت

زاہد مظہر

قائم تمہارے نام سے نسبت سدا رہے
دل میں تمہارے نام کا روشن دیا رہے

جب تک کہ جسم و جان میں ناطہ کوئی رہے
لب پر درود و نعت شہہ انبیاء رہے

مجبوریوں نے پاؤں میں ڈالی ہیں بیڑیاں
کیسے تیری کنیز مدینہ میں جا رہے

کیوں زاہدہ کو بھائے کسی غیر کا خیال
محبوب ہی کی یاد سے یہ دل بسا رہے

انگلستان میں ناخواندگی

ہو سکتا ہے کہ کسی نے مذاق میں کہا ہو یا ممکن ہے ایک افریقی جب پہلی بار انگلستان آئے تو یہاں کی چمک دمک سے بے حد متاثر ہوئے جب وہ اپنے ملک واپس پہنچے تو انہوں نے فرمایا [illegible] معلوم ہے انگلینڈ کا ہر شہری [illegible]

[illegible]

تحقیق سے ثابت ہوا ہے [illegible]

فرانس تک ہی محدود نہیں ۱۹۵۸ کے صرف ایک ہفتہ میں پیدا ہونے والے بچوں پر ایک طویل المدت تحقیق کی گئی۔ حاصل کردہ اعداد و شمار کے تجزیے سے حیرت انگیز باتوں کا انکشاف ہوا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ... میں سے ایک کو یہ شکایت ہے کہ وہ ... نہیں سکتے جس سے انکو روزمرہ کی زندگی میں دقت پیش آتی ہے اور ہر ... افراد میں سے ایک نے اعتراف کیا کہ وہ حساب کتاب سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ان میں سے ایک تہائی کا یہ کہنا ہے کہ اس کمزوری کی وجہ سے انکو اپنی زندگی میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ایک دوسری چیز جو ظہور میں آئی وہ یہ ہے کہ تعلیم بالغاں کو اتنا مشتہر کرنے کے باوجود ناخواندہ لوگوں میں سے صرف ۵ فیصد ایسے ہیں جنہوں نے شام کی کلاسز میں جا کر کچھ استفادہ حاصل کیا۔

بیاض دل

محمد بشیر

آیا ہی تھا خیال کہ آنکھیں چھلک گئیں
آنسو کسی کی یاد سے کتنے قریب ہیں

زمانہ ہے تیز دھار تلواروں کی طرح
بظاہر یہ ملتا ہے جو بہاروں کی طرح

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

رشید اعوان

کیا خبر تھی دل میں ایک دردِ نہاں جم جائیگا
آنکھ میں اشکوں کا بحرِ بیکراں جم جائیگا
وقت گزرے گا تو لوہے کی مشینوں میں کبھی
آج کے انسان کا نام و نشاں جم جائیگا

وہ تجھے بھول گئے تجھ پہ بھی لازم ہے میر
خاک ڈال آگ لگا نام نہ لے یاد نہ کر

پرویز

مقتل میں بیچ کر خنجر خرید لائے خبر نہ تھی
کہ کٹ گئے تو ہے تیری نیزے پہ شہنشاہی

اٹھ مسلم لگا دے آگ کفرستانِ عالم میں
ابھی ہیں راکھ میں تیری کچھ چنگاریاں باقی

شب جو مسجد میں جا پھنسے مومن
رات کاٹی خدا خدا کر کے

ندیم نیازی

کچھ تو شمع کی لو میں تاثیر کشش ہوگی
ہوتا نہیں پروانہ ہر آگ کا شیدائی

ظفر محمود

کبھی اشک آنکھوں میں ڈھل گئے
کبھی آہ لب پہ مچل گئی
یہ تیرے غم کے چراغ تھے
کبھی جل گئے کبھی بجھ گئے

غلط فہمیوں میں گزاری زندگی
کبھی وہ نہ سمجھے کبھی ہم نہ سمجھے

محمد اشرف

ضبط کرتے ہیں تو جل اٹھتا ہے پہلو اپنا
آہ کرتے ہیں تو اندیشہ رسوائی ہے

ہم نے سیکھا ہی نہیں شکوہ شکایت کرنا
ہم تو داغوں کو بھی سینے میں سجا لیتے ہیں

زندگی بھر ضبطِ غم کے شعلے دیتا رہا
خود بے ساختہ رویا گھٹاؤں کی طرح

گلزار احمد

اتنے مخلص بھی نہ بن جاؤ پچھتانا پڑے
لوگ اخلاص کو ٹھکرا بھی دیا کرتے ہیں

زخمی ہوئے جو ہونٹ تو محسوس یہ ہوا
جوا کھائے بھول کر دلوا لگی کے ساتھ

ایک آدمی ایک اخبار کے دفتر میں گیا اور ایڈیٹر سے شکایت کی آپ نے غلطی سے میری موت کی خبر چھاپ دی ہے۔ اس کی تردید چھاپ دیں۔

ایڈیٹر نے کہا ہم اپنی خبر کی تردید چھاپ کر اپنے اخبار کو بدنام نہیں کر سکتے ہم یہ کریں گے کہ کل آپ کی پیدائش کی خبر چھاپ دیں گے۔

کالج کے سالانہ فنکشن میں تقریری مقابلے میں پندرہ پندرہ منٹ تقریر کیں۔ صاحب صدر نے کہا کہ ان طلباء نے وقت ضائع کیا۔ اتنی لمبی تقریریں سامعین کو بور کرتی ہیں۔ صاحب صدر نے کہنے کے فوراً بعد پورے ... تقریر کی۔

Attention Property Owners–Metro Toronto

PROPERTY ASSESSMENT

and your 1984 Municipal and School Taxes

Regional Offices located throughout Ontario are responsible for assessing all real property for the purposes of municipal and school taxation.

The resulting Assessment Rolls are delivered to municipalities which use them to set their mill rates and compute municipal property tax bills.

The amount of property tax you pay on your home or business depends on the assessed value and the mill rate set by your municipality. The assessed value multiplied by the mill rate will determine your 1984 property taxes.

Open House Sessions

Open Houses are your opportunity to fully understand your assessment and to evaluate its equity.

Open Houses are held in every municipality at convenient times and locations, to provide you with the opportunity to discuss your assessment with staff of the Regional Assessment Office.

An assessor will be pleased to explain the basis of your property assessment and is authorized to amend any information as may be necessary prior to the delivery of the Assessment Roll to your municipality.

If you have any questions but are unable to attend the Open House, please contact your Regional Assessment Office at the address or telephone number shown below.

Assessment Notice

Property owners and tenants will receive an Assessment Notice ***only if information regarding their property or assessment was changed during the past year, if the assessment was appealed last year, or if the property has been reassessed under section 63 of the Assessment Act.*** If you receive an Assessment Notice, it may reflect changes you have requested in your school support designation, the amount of your assessed value, or other recorded information on last year's Notice.

Appeal Procedure

If, after attending your local Open House, you are still dissatisfied with your assessment, you have a right to appeal it to the Assessment Review Board. The Assessment Review Board conducts informal hearings and is responsible for determining whether the assessment under appeal is fair and equitable with the assessments of similar properties in the vicinity or neighbourhood, and may alter your assessment accordingly.

Appeal Deadline

The final date for appealing your assessment is March 7, 1984.

Your appeal must be forwarded, either on a Notice of Appeal Form or as a letter, to the Regional Registrar of the Assessment Review Board on or before March 7, 1984, noting your property address, Roll Number and the reason for the appeal.

To assist you in this regard, Notice of Appeal forms and the address of the Regional Registrar of the Assessment Review Board are available at Open Houses, your Regional Assessment Office, or your municipal office.

Schedule of Open Houses

CITY OF NORTH YORK	CITY OF SCARBOROUGH and BOROUGH OF EAST YORK	CITY OF ETOBICOKE and CITY OF YORK
Regional Assessment Office 55 Doncaster Avenue Thornhill, Ontario L3T 1L7 (416) 889-9503	Regional Assessment Office 7 Overlea Boulevard Toronto, Ontario M4H 1A8 (416) 423-1240	Regional Assessment Office 4 Eva Road Etobicoke, Ontario M9C 2A8 (416) 621-9400

January 16th to 20th,–January 23rd and 24th–8:30 am to 8:00 pm each day

CITY OF TORONTO
Regional Assessment Office
2221 Yonge Street
Toronto, Ontario M4S 2B4
(416) 486-6300

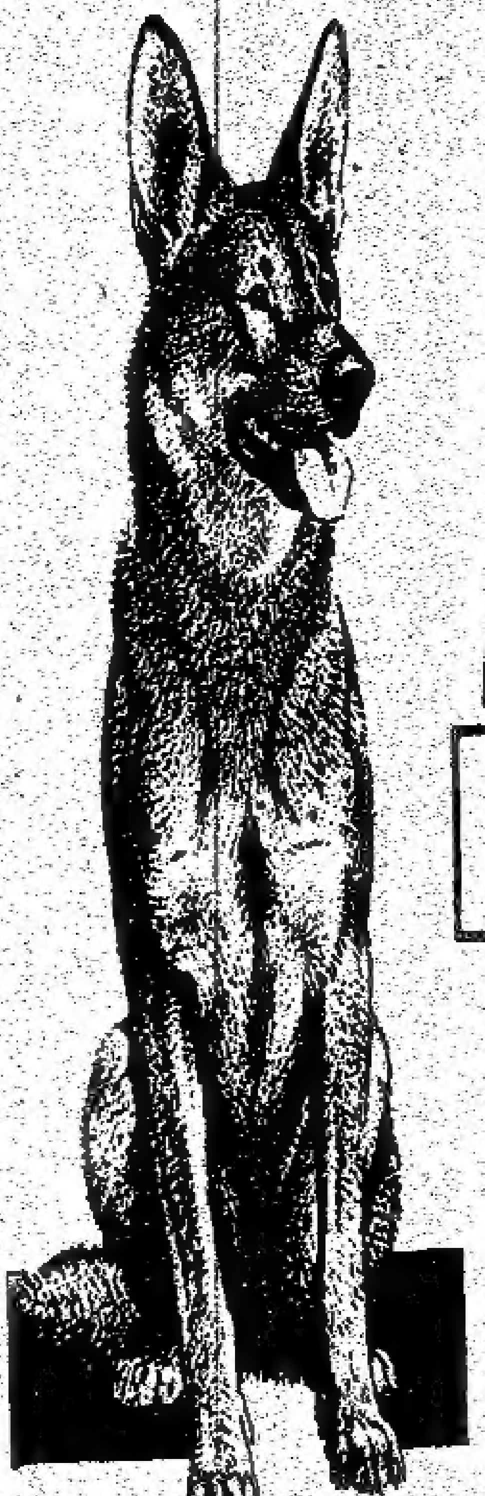
January 16th to 20th
January 23rd to 27th
8:30 am to 8:00 pm each day

Ministry of Revenue
Ontario

TRANSLATED BY THIS PUBLICATION FROM TEXT PROVIDED BY THE ONTARIO MINISTRY OF REVENUE

کتے

پطرس بخاری کی ایک دلچسپ تحریر!



علم الحیوانات کے پروفیسروں سے پوچھا، سلوتریوں سے دریافت کیا، خود سر کھپاتے رہے، لیکن کبھی سمجھ میں نہ آیا کہ آخر کتوں کا کیا فائدہ ہے؟ گائے کو لیجئے دودھ دیتی ہے، بکری کو لیجئے دودھ دیتی ہے اور مینگنیاں بھی۔ یہ کتے کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگے کہ کتا وفادار جانور ہے۔

اب جناب وفاداری اگر اسی کا نام ہے کہ شام کے سات بجے سے جو بھونکنا شروع کیا تو لگاتار بغیر دم لئے صبح کے چھ بجے تک بھونکتے چلے گئے تو ہم لنڈورے ہی بھلے۔ کل ہی کی بات ہے کہ رات کے کوئی گیارہ بجے ایک کتے کی طبیعت جو ذرا گدگدائی تو انہوں نے باہر سڑک پر آ کر طرح کا ایک مصرع دے دیا۔ ایک آدھ منٹ کے بعد سامنے کے بنگلے میں سے ایک کتے نے مطلع عرض کر دیا۔ اب جناب ایک کہنہ مشق استاد کو غصہ آیا، ایک حلوائی کے چولہے میں سے باہر لپکے اور بھنا کے پوری غزل مقطع تک کہہ گئے۔ اس پر شمال مشرق کی طرف سے ایک قدر شناس کتے نے زوروں کی داد دی۔ اب تو حضرت وہ مشاعرہ گرم ہوا کہ کچھ نہ پوچھئے۔ کم بخت بعض تو دو غزلے سہ غزلے لکھ لائے تھے۔ کئی ایک نے فی البدیہہ قصیدے کے قصیدے پڑھ ڈالے۔ وہ ہنگامہ گرم ہوا کہ ٹھنڈا ہونے میں نہ آتا تھا۔ ہم نے کھڑکی میں سے ہزاروں دفعہ "آرڈر آرڈر" پکارا لیکن ایسے موقعوں پر پردھان کی بھی کوئی نہیں سنتا۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ میاں تمہیں ایسا ہی ضروری مشاعرہ کرنا تھا تو دریا کے کنارے کھلی ہوا میں جا کر طبع آزمائی کرتے، یہ گھروں کے درمیان آ کر سوتوں کو ستانا کونسی شرافت ہے۔

اور پھر ہم دیسی لوگوں کے کتے بھی کچھ عجیب بدتمیز واقع ہوئے ہیں۔ اکثر تو ان میں ایسے قوم پرست ہیں کہ پتلون کوٹ کو دیکھ کر بھونکنے لگ جاتے ہیں۔ خیر یہ تو ایک حد تک قابل تعریف بھی ہے۔ اس کا ذکر ہی جانے دیجئے۔

اس کے علاوہ ایک اور بات ہے یعنی ہمیں بارہا ڈالیاں لے کر صاحب لوگوں کے بنگلوں پر جانے کا اتفاق ہوا۔ خدا کی قسم ان کتوں میں وہ شائستگی دیکھی ہے کہ عش عش کرتے لوٹ آئے ہیں۔ جونہی ہم بنگلے کے دروازے میں داخل ہوئے کتے نے برآمدے ہی میں کھڑے کھڑے ایک ہلکی سی "بخ" کر دی اور پھر منہ بند کر کے کھڑا ہو گیا۔ ہم آگے بڑھے تو اس نے بھی چار قدم آگے بڑھ کر ایک نازک اور پاکیزہ آواز میں پھر "بخ" کر دی۔ چوکیداری کی چوکیداری، موسیقی کی موسیقی۔ ہمارے کتے ہیں کہ نہ راگ نہ سُر، نہ سر نہ پیر، تان پہ تان لگائے جاتے ہیں۔ بے تالے کہیں کے، نہ موقع دیکھتے ہیں نہ وقت پہچانتے ہیں، گلے بازی کئے جاتے ہیں۔ گھمنڈ اس بات پر ہے کہ تان سین اسی ملک میں پیدا ہوا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے تعلقات کتوں سے ذرا کشیدہ ہی رہے ہیں لیکن ہم سے قسم لے لیجئے جو ایسے موقع پر ہم نے کبھی ستیہ گرہ سے منہ موڑا ہو۔ شاید آپ اس کو تعلی سمجھیں، لیکن خدا شاہد ہے کہ آج تک کبھی کتے پر ہاتھ اٹھ ہی نہ سکا۔ اکثر دوستوں نے صلاح دی کہ رات کے وقت لاٹھی چھڑی ضرور ہاتھ میں رکھنی چاہئے کہ دافع بلیات ہے۔ لیکن ہم کسی سے خواہ مخواہ عداوت پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ کتے کے بھونکتے ہی ہماری طبعی شرافت ہم پر اس درجہ غلبہ پا جاتی ہے کہ آپ ہمیں اگر اس وقت دیکھیں تو یقیناً یہی سمجھیں گے کہ ہم بزدل ہیں۔ شاید آپ اس وقت یہ بھی اندازہ لگا لیں کہ ہمارا گلا خشک ہوا جاتا ہے۔ یہ البتہ ٹھیک ہے۔ ایسے موقع پر کبھی میں گانے کی کوشش کروں تو کھرج کے سُروں کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔ اگر آپ نے بھی ہم جیسی طبیعت پائی ہو تو آپ دیکھیں گے کہ ایسے موقع پر آیۃ الکرسی آپ کے ذہن سے اتر جائے گی۔ اس کی جگہ شاید آپ دعائے قنوت پڑھنے لگ جائیں۔

بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ رات کے دو بجے چھڑی گھماتے تھیٹر سے واپس آ رہے ہیں اور ناٹک کے کسی نہ کسی گیت کی طرز ذہن میں بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چونکہ گیت کے الفاظ یاد نہیں اور نو مشقی کا عالم بھی ہے اس لئے سیٹی پر اکتفا کی ہے کہ بے سُرے بھی ہو گئے تو کوئی یہی سمجھے گا کہ انگریزی موسیقی ہے۔ اتنے میں ایک موڑ پر سے جو مڑے تو سامنے ایک بکری بندھی تھی۔ ذرا تصور ملاحظہ ہو۔ آنکھوں نے اسے بھی کتا دیکھا۔ ایک تو کتا اور پھر بکری کی جسامت کا۔ گویا ایک بے آواز لے اچانک نکل رہی ہے۔ طب کا مسئلہ ہے کہ ایسے موقعوں پر اگر سردی کے موسم میں بھی پسینہ آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بعد میں پھر سوکھ جاتا ہے۔

چونکہ ہم طبعاً ذرا محتاط ہیں اس لئے آج تک کتے کے کاٹنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ یعنی کسی کتے نے آج تک ہم کو کبھی نہیں کاٹا۔ اگر ایسا سانحہ کبھی پیش آیا ہوتا تو اس سرگزشت کی بجائے آج ہمارا مرثیہ چھپ رہا ہوتا۔ تاریخی مصرعہ دعائیہ ہوتا کہ "اس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو۔" لیکن ے

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے سگ رہ بری بلا ہے

مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

جب تک اس دنیا میں کتے موجود ہیں اور بھونکنے پر مصر ہیں، سمجھ لیجئے کہ ہم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ اور پھر ان کتوں کے بھونکنے کے اصول بھی تو نرالے ہیں۔ یعنی ایک تو متعدی مرض ہے، اور پھر بچوں بوڑھوں سبھی کو لاحق ہے۔ اگر کوئی بھاری بھرکم اسفندیار کتا کبھی کبھی اپنے رعب اور دبدبے کو قائم رکھنے کے لئے بھونک لے تو ہم بھی چار و ناچار کہہ دیں کہ بھئی بھونک۔ (اگرچہ ایسے وقت میں اس کو زنجیر سے بندھا ہوا ہونا چاہیے۔) لیکن یہ کم بخت دو روزہ، سہ روزہ، دو دو تین تین تولے کے پلے بھی بھونکنے سے باز نہیں آتے۔ باریک آواز، ذرا سا پھیپھڑا، اس پر بھی اتنا زور لگا کر بھونکتے ہیں کہ آواز کی لرزش دم تک پہنچتی ہے اور پھر بھونکتے ہیں چلتی موٹر کے سامنے آ کر گویا اسے روک ہی تو لیں گے۔ اب اگر یہ خاکسار موٹر چلا رہا ہو تو قطعاً ہاتھ کام کرنے سے انکار کر دیں، لیکن ہر کوئی یوں ان کی جان بخشی تھوڑی ہی کر دے گا۔

کتوں کے بھونکنے پر مجھے سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ان کی آواز سوچنے کے تمام قویٰ معطل کر دیتی ہے۔ خصوصاً جب کسی دکان کے تختے کے نیچے سے ان کا ایک پورا خفیہ جلسہ باہر سڑک پر آ کر تبلیغ کا کام شروع کر دے تو آپ ہی کہئے ہوش ٹھکانے رہ سکتے ہیں؟ ہر ایک کی طرف باری باری متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ کچھ ان کا شور، کچھ ہماری صدائے احتجاج (زیر لب)، بے ڈھنگی حرکات و سکنات (حرکات ان کی، سکنات ہماری)۔ اس ہنگامے میں دماغ بھلا خاک کام کر سکتا ہے؟ اگرچہ یہ مجھے بھی نہیں معلوم کہ اگر ایسے موقع پر دماغ کام کرے بھی تو کیا تیر مارے گا۔ بہر صورت کتوں کی یہ پرلے درجے کی ناانصافی میرے نزدیک ہمیشہ قابل نفرین رہی ہے۔ اگر ان کا ایک نمائندہ شرافت کے ساتھ ہم سے آ کر کہہ دے کہ عالی جناب سڑک بند ہے تو خدا کی قسم ہم بغیر چون و چرا کے واپس لوٹ جائیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہم نے کتوں کی درخواست پر کئی راتیں سڑکیں ناپنے میں گزار دی ہیں، لیکن پوری مجلس کا یوں متفقہ و متحدہ طور پر سینہ زوری کرنا ایک کمینہ حرکت ہے۔ (قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر ان کا کوئی عزیز و محترم کتا کمرے میں موجود ہو تو یہ مضمون بلند آواز سے نہ پڑھا جائے۔ مجھے کسی کی دل شکنی مطلوب نہیں۔)

خدا نے ہر قوم میں نیک افراد بھی پیدا کئے ہیں۔ کتے اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں۔ آپ نے خدا ترس کتا بھی ضرور دیکھا ہوگا۔ عموماً اس کے جسم پر تپسیا کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ جب چلتا ہے تو اس مسکینی اور عجز سے گویا بار گناہ کا احساس آنکھ نہیں اٹھانے دیتا۔ دم اکثر پیٹ کے ساتھ لگی ہوتی ہے۔ سڑک کے بیچوں بیچ غور و فکر کے لئے لیٹ جاتا ہے اور آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ شکل بالکل فلاسفروں کی سی اور شجرہ دیو جانس کلبی سے ملتا ہے۔

کسی گاڑی والے نے متواتر بگل بجایا، گاڑی کے مختلف حصوں کو کھٹکھٹایا، لوگوں سے کہلوایا، خود دس بارہ دفعہ آوازیں دیں، تو آپ نے سر کو وہیں زمین پر رکھے سرخ مخمور آنکھوں کو کھولا، صورت حال کو ایک نظر دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کسی نے ایک چابک لگایا تو آپ نہایت اطمینان کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر ایک گز پرے جا لیٹے اور خیالات کے سلسلے کو جہاں سے وہ ٹوٹ گیا تھا وہیں سے پھر شروع کر دیا۔ کسی بائیسکل والے نے گھنٹی بجائی تو لیٹے ہی لیٹے سمجھ گئے کہ بائیسکل ہے۔ ایسی چھچھوری چیزوں کے لئے وہ راستہ چھوڑ دینا فقیری کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

رات کے وقت یہی کتا اپنی خشک پتلی سی دم کو جہاں تک ممکن ہو سڑک پر پھیلا کر رکھتا ہے۔ اس سے محض خدا کے برگزیدہ بندوں کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ جہاں آپ نے غلطی سے اس پر پاؤں رکھ دیا انہوں نے غیظ و غضب کے لہجے میں آپ سے پرسش شروع کر دی، "بچہ فقیروں کو چھیڑتا ہے، نظر نہیں آتا، ہم سادھو لوگ یہاں بیٹھے ہیں؟" بس اس فقیر کی بددعا سے اسی وقت رعشہ شروع ہو جاتا ہے۔ بعد میں کئی راتوں تک یہی خواب نظر آتے رہتے ہیں کہ بے شمار کتے ٹانگوں سے لپٹے ہوئے ہیں اور جانے نہیں دیتے۔ آنکھ کھلتی ہے تو پاؤں چارپائی کی ادوان میں پھنسے ہوتے ہیں۔

اگر خدا مجھے کچھ عرصے کے لئے اعلیٰ قسم کے بھونکنے اور کاٹنے کی طاقت عطا فرمائے تو جنون انتقام میرے پاس کافی مقدار میں ہے۔ رفتہ رفتہ سب کتے علاج کے لئے کسولی پہنچ جائیں۔ ایک شعر ہے:

عرفیؔ تو میندیش ز غوغائے رقیباں
آواز سگاں کم نہ کند رزق گدا را

یہی وہ خلاف فطرت شاعری ہے جو ایشیا کے لئے باعث ننگ ہے۔ انگریزی میں ایک مثل ہے کہ "بھونکتے ہوئے کتے کاٹا نہیں کرتے۔" یہ بجا سہی، لیکن کون جانتا ہے کہ ایک بھونکتا ہوا کتا کب بھونکنا بند کر دے اور کاٹنا شروع کر دے۔

الٹا پرچم

جنگ کے دنوں میں قبطان کا پرچم الٹا لٹکا دیا جاتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ قبطان ان دنوں جنگ میں مصروف ہے۔

Work not a Valid Excuse for stopping Breast feeding

SOME years ago, American actress Barbara Hershey raised a lot of furore by breastfeeding her baby on television.

Her action, which at the time appeared to be met with more derision than applause, dramatised the issue of women's work and breastfeeding. It was also an attack against the conventions of urban society where exposing a breast in public to feed one's baby is seen as the height of immodesty.

With the back-to-breastfeeding campaign, rooters for the bottle continue to argue that working mothers indeed could not resume their work without shifting their babies to the bottle. This is especially true, they say, in countries where day-care facilities for children near or within one's place of work are still a rarity.

But to cite work as necessitating use of the bottle among women of all creeds and means is to rely on speculations. In fact, much of the research done on infant feeding practices shows that mothers very seldom mention work as the reason for giving their babies infant formula instead of breastmilk.

"A careful examination (of existing data) suggests that work as a cause of declines in breastfeeding has been exaggerated, while insufficient attention has been given to enhancing the compatibility of breastfeeding and work," revealed Penny Van Esterik and Ted Greiner of the Division of Nutritional Sciences, Cornell University, New York.

Writing for Studies in Family Planning, the two analysed research data from all over the world, including Asia and the Pacific. They discovered that there is no significant difference in how long employed and unemployed women breastfeed, or if indeed employed women were more apt to bottlefeed than those who did not work outside the home.

Studies from Finland told Ms Esterik and Mr. Greiner that 80 per cent of employed women breastfed for one month while 78 per cent of women who stayed home breastfed for the same duration. Similarly, 32 per cent of the employed and only 29 per cent of those who stayed home breastfed for three months, while 8 per cent of those who stayed home and 7 per cent of the employed breastfed for six months.

The same trend was noted in [sic?] Ibadan, Nigeria where "employed mothers were found to be more likely to breastfeed than non-employed mothers, although mixed feeding patterns were also common."

A 1978 study in Bohol province, Philippines revealed that "a slightly higher mean length of breastfeeding" was noted among women who, at one time or another worked for pay than women who did not.

In rural Chile, continued the authors, "employment of the mother was an insignificant factor in the communities studied. Of the 177 per cent who were gainfully employed, fewer than half worked outside the home, and only 16 women claimed that their jobs kept them from breastfeeding."

Ms Esterik and Mr. Greiner also came across studies in which the researcher gave women's work as a reason for the decline in breastfeeding but failed to support this with statistics.

For instance, employment was listed as one of the three main factors limiting breastfeeding in Victoria, Australia. But of the 1,635 case histories examined, "this was a factor in only 11 cases in which the baby was less than three months of age."

Another study of lactation patterns in Egypt likewise mentioned women's employment outside the home as having influenced the shift to bottle-feeding. "Yet the investigator's own data did not list work among the six main causes for weaning infants," noted Ms Esterik and Mr. Greiner.

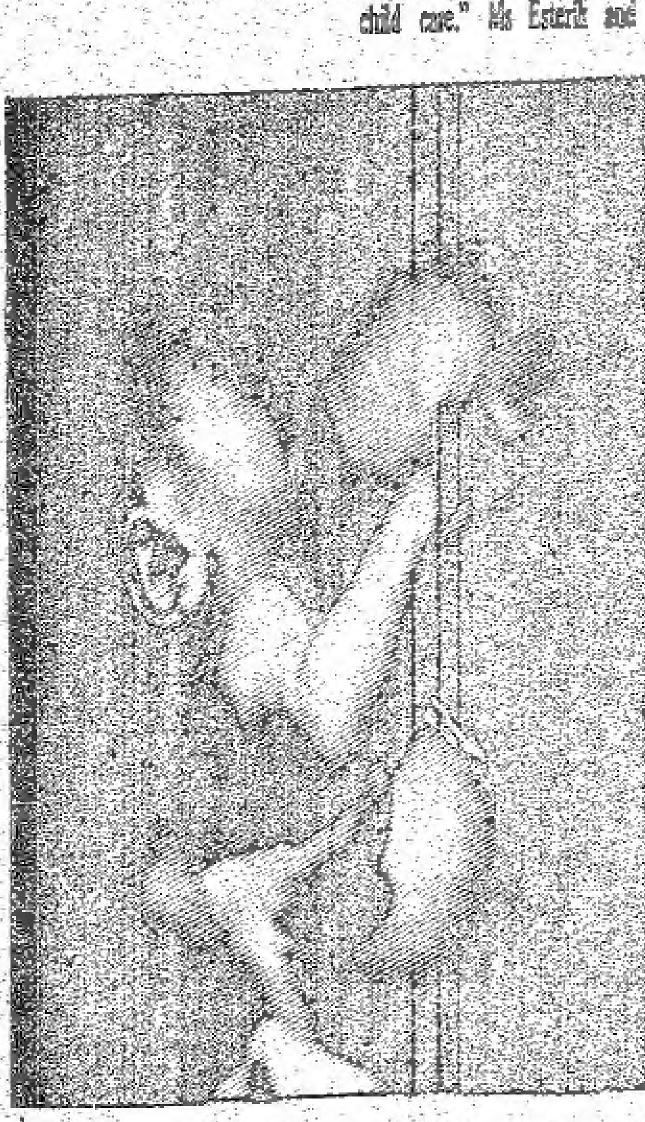
What is important as a factor is not so much employment as the conditions in a work environment, said the authors. "To understand the relation between women's work and breastfeeding, an important distinction should be made between work that requires regular sustained separation between mother and infant, and work that does not."

Mr. Greiner mentioned studies in Cebu, Central Philippines where mothers working close to their homes breastfed and those who worked in another 'fanta' [sic?] resorted to mixed feeding.

Even formal employment permits breastfeeding if there are provisions for infant care at or near the workplace and if nursing breaks are permitted.

The view advanced by infant food manufacturers that work and employment are incompatible with breastfeeding is exaggerated, according to Ms Esterik and Mr. Greiner.

Thus in "traditional rural settings, women's work is nearly always compatible with breastfeeding and other aspects of child care." Ms Esterik and the authors pointed out, now recognise that "breastfeeding is a natural continuation of pregnancy and gestation."



Thirty-three comparative studies of breast and bottle feeding in different parts of the world has concluded that the risk of death in infancy is greater for babies who are exclusively bottle fed UNICEF.

To help women "reconcile their productive and reproductive lives," they suggested certain cultural and institutional changes, foremost of which is the sharing of domestic responsibilities among members of the family especially the father.

"While fathers in many societies are themselves under severe time constraints, time-allocation studies suggest they have more leisure time than mothers and that they spend little if any of it in child care," said the study.

No less important is the acceptance by government and employers of breastfeeding as a women's prerogative, since this would lead to expanded leave benefits, nursing breaks and reasonable child-care facilities.

Other innovations would include changes in obstetric practices such as provision for rooming-in of mother and infant in hospitals, the even distribution of food within the household instead of the practice in some cultures that the male head gets the greatest sustenance; and the exchange of information and support among women themselves in the breastfeeding campaign.

Accommodation of lactating mothers in the working force through said changes, according to Ms Esterik and Mr. Greiner, would "offer a human solution instead of a technological solution to a complex problem and is compatible with other health and population goals widely shared in developed and developing countries."

Pure and complete sorrow is as impossible as pure and complete joy.—LEO TOLSTOY.

Publisher & Editor
SOHAIL AKHTAR
TEL (416) 283-7255

پیغامبر

The Messenger

FORTNIGHTLY INDO-PAK NEWSPAPER

100 CARONIA SQUARE, SCARBOROUGH,
ONTARIO, CANADA M1B 2Z6

January 21, 1984

You are the best community evolved for mankind.
You enjoin right, forbid wrongdoing, and believe in Allah.

(Al 'Imran: 3,110)

Nizam-i-Adl to reform society

ISLAMABAD: President Gen. Mohammad Zia-ul-Haq has called upon the ulema to extend co-operation and guidance in efforts to accelerate the process of Nizame Islam, forge unity among a'l schools of Islamic thought and create right atmosphere for the Islamisation process to have full impact on society.

Inaugurating the second Ulema Convention here th President said the present Gove ment has taken active steps t enforce Nizame Islam. The ul na should suggest measures to remove various hurdles in full realisation of the objective of bringing about an Islamic system in the country, he added.

He said that some people have raised objections that Islam was being over projected in the country. However, he on his part did not see anything wrong in it. Unless the nation is constantly reminded of its ultimate goal, the efforts to overcome our shortcomings would not bear fruit, he said.

He said the ulema had full knowledge how the ideology of Pakistan was treated in the past. They could thus assess the efforts of the present Government in the light of their past experience.

He said main purpose of holding ulema convention was t remove the hurdles and overcome difficulties which impede progress of Islamisation.

The President said there should be committees at various levels in towns and villages comprising ulema, lawyers, doctors, and other prominent citizens who should voluntarily take up the task of reforming the society.

He said such committees could also monitor the enforcement of Islamic system in their areas and provide accountability.

He said about Rs. 250 crore of Zakat had been collected during last three years and distributed among 12 to 14 lakh deserving people.

At the end of two-day Ulema Convention here he said the ulema and other religious leaders should fulfil their responsibilities by playing their part effectively, taking advantage of the congenial atmosphere for the Islamisation in the country.

The President said the convention had brought out some serious and valuable proposals and he believed that such conventions should be held at least once a year at the federal level and more often on the provincial level.

The President said that the Islamic Ideology Council formulated its recommendations and gathered enough material now to enlighten those who wanted to enforce Islam in Pakistan.

The President further said that the process of Islamisation was inhibited in Pakistan because it had to deal with the people and not angels.

He said Pakistan was the only Islamic ideological State after 1,400 years.

New legal system on anvil

KARACHI: The Council of Islamic Ideology met here on the last day of its current session. Justice Dr. Tanzil-ur-Rahman, Chairman of the Council, presided over the meeting, held at Qasr-i-Naz.

The Council during its meetings also approved a comprehensive report on administration of justice (Nizam-i-Adl).

The Council has recommended a number of steps to be taken by the government in respect of various matters, including, inter alia, setting up of reconciliation boards, presiding over family courts by retired or senior judges including lady judges, protection to witnesses, elimination of delay in disposal of cases, policy reforms, remission of court fees, providing legal education in Shariah, including teaching of Arabic language in LLB, separation of judicial and administrative powers, additional court buildings and judicial lock-ups, jail reforms, amenities and privileges of judicial officers, establishment of the Department of Ihtisab at provincial level and several other related matters.



Silver import

KARACHI: The Federal Government has decided to allow the import of silver for re-export of silver jewellery and silver articles under Entrustment and Import Against Export Performances Schemes, it was learnt here.

Entrustment Scheme provides for export of silver, jewellery and articles against silver supplied, free of charge, in advance by the foreign buyer concerned, to the extent of the quantity of the silver used in the manufacture of the items to be exported.

Afghanistan Day observed

SUKKUR: The Human Rights Society of Pakistan, Sind Zone, Sukkur, observed "Afghanistan Day".

The Society's Chairman, Mr. Abdul Tahir Ansari addressing a meeting held to observe the day here said, Pakistan was the only country in the world which provided shelter and facilities to about 3.5 million Afghan refugees purely on humanitarian grounds and in accordance with the United Nations Charter.

He appealed to the UN, the Non-Aligned countries organisation and the Organisation of Islamic Countries and to all other institutions to pressurise the USSR to withdraw its forces from Afghanistan.



Alberta award for Pakistani

Mr. Mohammad Atiqul Ghani has been awarded the "1983 Achievement Award" by the Government of Alberta. He is the first Pakistani settler in Canada to win this honour.

Mr. Ghani, who migrated to Canada in 1966, is the elder brother of Nasim-ul-Ghani, Pakistan Test cricketer.

Contributions to the people of Alberta in the area of group development, race relations and multiculturalism are among Mr. Ghani's achievements. In 1967, he organized the Calgary Pakistani community and founded the Pakistan-Canada Association. In 1972, he was also a founding member of the Pakistan Association of Alberta where he at present serves as President. Working with new immigrants, he helped familiarise them with the customs and language of Canada, while at the same time doing the converse-organising cultural shows, folk dances and craft exhibits to educate fellow Canadians on the contributions the Pakistani community has made to Canada. A dedicated volunteer, he participated in various multicultural committees, both provincially and nationally. An active member of the Sportman Cricket Club, he has represented Alberta as a participant in inter-provincial competitions on numerous occasions.

India cannot ask for return of 'Kohinoor'

NEW DELHI: India cannot ask for the return of the Kohinoor diamond, now part of the British Crown jewels, as it was given away by a Sikh ruler, Deputy Education and Culture Minister Prem Khandu Thungon told the parliament.

NEW HOSPITAL

FROM A CORRESPONDENT

FAISALABAD: The Provincial Health Department has sanctioned a 125-bed district headquarters hospital for Toba Tek Singh.

A spokesman of the Health Department stated here that the land had been requisitioned for the hospital and the construction work would start very soon.

Another 150-bed hospital for Gojra is also under active consideration of the provincial government. It would also cater to eye patients.

SBP branch

FROM OUR STAFF CORRESPONDENT

SIALKOT: A full-fledged branch of the State Bank of Pakistan would soon start functioning at Sialkot, Mr. A.G.N. Kazi, Governor, State Bank, said here.

The branch, he said, would be opened on the premises of the National Bank of Pakistan branch here, and later when SBP's own building is constructed, it would be shifted there.